Vol.5 No.1 2022

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

اُردو تنقید میں خاکہ نگاری کے نظری مباحث

THEORETICAL DISCUSSIONS OF SKETCHING IN URDU CRITICISM

*فریال گوہر

**سید ازور عباس

***جویریہ ظفر

ABSTRACT:

In this article, after discussing the theoretical issues of Urdu sketching with the help of the opinions of critics and examples of sketches of sketchers, their critical study has been done.Where there have been important points in the theory of any critique, they have been admired, and where there have been shortcomings in the theory of any critique, they have been eliminated with alternative concepts. Thus, in this article, from the basic level of sketching to the ideological and genre level, an individual identity has been established. This process was necessary to construct a logical critique of Sketching. So the given article presents the solution of this deficiency.

زبان سماج کی پیداوار ہے اور زبان میں موجود الفاظ کے معنی حتمی نہیں ہوتے۔ الفاظ کے معنی وقت، تہذیب اور دائرہ علم کے لحاظ سے مختلف ہونے کے ساتھ ساتھ اپنا مفہوم بدلتے بھی رہتے ہیں۔ چناں چہ کہہ سکتے ہیں کسی لفظ کو سننے یا پڑھنے کے بعد جو معنی ذہن میں آئیں وہ لغوی، اصطلاحی یا دائرۂ علم کی نوع سے بیک وقت کئی مفاہیم کے حامل ہوسکتے ہیں۔ یہی معاملہ لفظ ''خاکہ'' کے ساتھ ہے۔ خاکہ کو غیر افسانوی نثر کی صنف کے طور پر لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ خاکہ کے لیے لغوی طور پر ''قلمی تصویر''، ''مرقع''، ''سوانحی مضمون'' "Pen. Portrait" اور "Sketch" جیسے الفاظ مستعمل ہیں۔ زبان کے جدید ناقدین کا خیال ہے کہ زبان کے الفاظ میں معنوی تعلق تضاد پہ استوار تو ہوسکتا ہے اشتراک پر نہیں۔ لفظ اپنے معنی کی ترسیل کے لیے دیگر الفاظ کا سہارا لیتا ہے۔ معنوی ترسیل کرنے والے یہ الفاظ کسی صورت مترادف نہیں ہوسکتے۔ مترادف الفاظ ہمیشہ کسی نہ کسی شکل میں اپنا مختلف مفہوم یا ذائقہ ضرور رکھتے ہیں۔ سو یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ خاکہ نگاری کی مترادف اصطلاحات لازمی طور پر خاکہ نگاری کے غالب رویے کی ترجمان ہونے کے علاوہ کسی نہ کسی سطح پر اپنا انفرادی تصور بھی رکھتی ہیں۔ خاکے کی انگریزی اصطلاحات "Pen .Portrait" اور "Sketch" کا بنیادی فرق ڈاکٹر سلیم اختر نے واضح کیا ہے:

> ''مصوری کی اصطلاح میں بات کرتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ سوانحی مضمون رنگین پورٹریٹ ہے جس میں مصور پس منظر اور پیش منظر کو اُجاگر کرتے ہوئے شبیہ سے وابستہ تمام جزئیات نمایاں کرتا ہے جب کہ خاکہ پنسل اسکیچ ہے جس میں کم سے کم لائنوں میں چہرے کا تاثر واضح کیا جاتا ہے اب یہ مصور کا اپنا وجدان اور مغنی شعور ہے کہ وہ تاثر کو ابھارنے کے لیے چہرے کے کن خطوط کو نمایاں کرتا ہے۔
>
> (۱)

خاکہ نگاری کو لفظی حوالے سے دیکھا جائے تو فارسی زبان سے ماخوذ لفظ ''خاکہ'' فارسی مصدر ''نگارش'' سے مشتق ہے اور صیغہ امر نگار کے ساتھ ''ی'' بطورِ لاحقہ کیفیت ملانے سے مرکب صورت اختیار کرتا ہے۔ اصطلاحی طور پر خاکہ نگاری کی تعریفیں فنی لوازمات اور دیگر مبادیات پر تحریر کرنے سے قبل یہ پہلو بتانا بہت ضروری ہے کہ خاکہ ادبی صنف ہے۔

---

* ایم فل اُردو اسکالر، اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی، لاہور

** لیکچرر شعبہ اُردو، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ

*** ایم فل اردو اسکالر دی ویمن یونیورسٹی ملتان

ادبی اصناف کے اصول وضوابط کسی طور پر سائنسی نہیں ہوتے۔ ادبی اصناف کی تشریح وتعبیر کے لحاظ سے ہمیشہ ناقدین میں اختلاف رہتا ہے۔ خاکہ نگاری کی مبادیات پر اگرچہ ناقدین میں کسی نہ کسی سطح پر اختلاف ہے لیکن خاکہ کسی شخصیت کے سوانحی کوائف کی تخلیقی پیش کش ہے، اس سے کسی کو مفر نہیں۔ یوں

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

کہا جاسکتا ہے کہ ادبی اصناف میں سے ہر صنف اپنے بنیادی طرزِ اظہار کے معاملے میں تو سائنسی ہو سکتی ہے جب کہ اس صنف کی تشریح و تعبیر کے حوالے سے نہیں۔ خاکہ نگاری کے فن پر لکھنے والے ناقدین نے خاکہ نگاری کی جتنی بھی تعریفیں کی ہیں اُن میں بنیادی سروکار تو کسی بھی شخصیت کے سوانحی اظہار کا ہی رہا ہے لیکن ان تعریفوں میں پایا جانے والا جزوی اختلاف، طریقِ کار اور پیش کش کے زاویے سے ہے۔ ڈاکٹر بشیر سیفی نے خاکہ کی تعریف یوں کی ہے:

> "خاکہ ایسا تخلیقی مضمون ہے جس میں کسی فرد کی شخصیت کے اہم پہلوؤں کو ذاتی حوالے سے اختصار کے ساتھ پیش کیا گیا ہو۔" (۲)

ڈاکٹر بشیر سیفی کی وضع کردہ تعریف کو بغور پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے خاکہ کو تخلیق مانتے ہوئے اس کے لیے کسی بھی شخصیت کی زندگی کو ذاتی طور پر دیکھنے اور سمجھنے کے بعد اس شخصیت کی زندگی کے نمایاں پہلوؤں کو اختصار کے ساتھ احاطۂ تحریر میں لانے کے عمل کو خاکہ نگاری کا اختصاص قرار دیا ہے۔ بشیر سیفی کی تعریف سے خاکہ نگاری کی ذیل میں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ شخصیت کی زندگی کے اہم واقعات کو زمانی ترتیب سے قلم بند کرنا ہے یا نہیں۔ کیا اہم پہلو شخصیت کے بیان کے مطابق ہوں گے یا خاکہ نگاری کے لحاظ سے تحریر ہوں گے۔ اگر ذاتی حوالے سے شخصیت سے متعلقہ واقعات قلم بند کر دیے جائیں تو کیا اِن واقعات پر خاکہ نگار کا زاویۂ نظر استناد کی حیثیت رکھے گا یا اصل شخصیت؟۔ اِن سوالات کا جواب محمد حسین جامی نے دیا ہے:

> "خاکہ ایک سوانحی مضمون ہوتا ہے، جس میں کسی شخصیت کے اہم اور منفرد پہلوؤں کو اس طرح اُجاگر کیا جاتا ہے کہ اُس شخصیت کی جیتی جاگتی تصویر قاری کے ذہن میں اُبھر آتی ہے۔ خاکہ سوانح عمری سے مختلف صنف ہے۔ خاکہ اسی شخصیت کا لکھا جاتا ہے جس سے خاکہ نگار ذاتی طور پر واقف ہو اور اُس نے اسے بہت قریب سے دیکھا ہو۔ خاکے میں واقعات کو زمانی ترتیب سے پیش نہیں کیا جاتا بلکہ واقعات کی ایسی ترتیب بنائی جاتی ہے جو خاکہ کی تصویر کو روشن کرنے اور مطلوبہ تاثر کو گہرا کرنے میں معاون ثابت ہو۔" (۳)

محمد حسین جامی کی تعریف سے معلوم ہوتا ہے کہ سوانح نگاری اور خاکہ نگاری میں فرق واضح ہے۔ سوانح عمری میں تو واقعات کی ترتیب زمانی لحاظ سے تحریر کی جاسکتی ہے جب کہ خاکہ نگاری میں نہیں۔ نیز خاکہ نگاری کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ جس بھی شخصیت کا خاکہ قلم بند کرے، اسے قریب سے جانتا پہچانتا ہو۔ قریبی قربت ہی وہ واحد ذریعہ ہے جس کی مدد سے خاکہ نگاری کسی شخصیت کا گہرائی سے جائزہ لینے کے بعد اُس کی شخصیت پر دوٹوک رائے بنا سکتا ہے۔ یحییٰ امجد نے خاکہ نگاری کی تعریف ان الفاظ کی ہے:

> "خاکہ ایک تخلیقی صنفِ ادب ہے جس میں زندہ شخصیت گوشت پوست کا بدن لیے علمیت کی بھاری بھرکم عباؤں کو دم بھر کے لیے اتار کر، روزمرہ کے لباس میں نظر آتی ہیں۔ اور ہم انھیں ویسا دیکھتے ہیں جیسا کہ وہ سچ مچ تھے۔ نہ کہ جیسا بننا چاہتے تھے یا جیسا ظاہر کرتے تھے۔"(۴)

یحییٰ امجد کی تعریف نے خاکہ نگاری کی مبادیات میں یہ اہم اضافہ کیا ہے کہ خاکہ میں شخصیت کا مجلسی اور عوامی رنگ نہیں بلکہ اُس کے تحت خلوت میں پایا جانے والا چہرہ دریافت کر کے صفحہء پر منتقل کیا جاتا ہے۔ اُن کی پیش کردہ تعریف انسان کی شخصیت کو معلوم کرنے اور اِس حوالے سے تحقیق کرنے پر بھی ابھارتی ہے۔

خاکہ نگاری کے لفظی اور اصطلاحی مفاہیم کی توضیح کے بعد خاکہ نگاری کے فن پر بات کی جائے تو سب سے پہلے یہ بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ خاکہ نگار جس شخصیت پر خاکہ لکھنا چاہتا ہے، وہ اُس فرد کی زندگی کے نمایاں واقعات سے بخوبی آگاہ ہو۔ واقعات سے آگہی کے بعد اسے یہ بھی معلوم ہو کہ اِن تمام واقعات میں سے وہ چند کون سے واقعات ہیں جن کی پیش کش پوری شخصیت کا احاطہ کر سکتی ہے۔ شخصیت سے وابستہ نمایاں واقعات کا انتخاب مضبوط تنقیدی شعور کے بغیر ممکن نہیں اور اچھا خاکہ نگار تنقیدی بصیرت کو کام میں لاتے ہوئے ایسے واقعات اور تاثرات کا انتخاب کرتا ہے جن سے خاکہ کا اجتماعی تاثر پوری آب و تاب کے ساتھ واضح ہو جائے۔ بعض اوقات خاکہ نگار کسی ایسی شخصیت پر خاکہ قلم بند کر دیتا ہے جس سے اُس کا خاص تعلق ہو۔ ذاتی تعلق کی بنیاد پر خاکہ نگار جس کا خاکہ لکھتا ہے اس کی صرف اور صرف خوبیوں کا پرچار کر دیتا ہے یوں خاکہ اپنے اصل مقاصد سے دُور ہو جاتا ہے۔ خاکہ

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

صرف اور صرف مداحی نہیں یا دوسری صورت میں کسی عناد یا تعصب کی بنا پر خاکے کو خامیوں کا مجموعہ بنا دینے سے عبارت نہیں۔ یہ دونوں صورتیں خاکہ کے حُسن کو زائل کر دیتی ہیں۔ خاکہ ایک انسان کو اس کی اصل صورت میں پیش کرنے کا نام ہے۔ خاکہ کے لیے ویسی ہی غیر جانبداری درکار ہے جیسی کہ ایک محقق اور نقاد سے کی جاتی ہے۔ خاکہ خوبیوں اور خامیوں کا متوازن تخلیقی اظہار ہے۔ یہاں یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ اگر خاکہ نگار کے پیشِ نظر ایسی شخصیت ہو جو زیادہ تر خوبیوں یا بیش تر خامیوں کا مجموعہ ہو تو اسے کیا کرنا چاہیے؟ جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ خاکہ نگار کو ممکنہ حد تک یہ مشاہدہ کرنا چاہیے کہ کسی فرد میں کیا خوبیاں یا خامیاں ہیں۔ دونوں پہلوؤں کی نشاندہی کے بعد خاکہ تحریر کیا جانا چاہیے۔ یہ کسی طرح ممکن نہیں ہو سکتا کہ کسی شخص میں یا صرف خوبیاں ہوں یا صرف خامیاں۔ خوبیوں یا خامیوں میں سے اگر خوبیاں زیادہ دکھائی دے رہی ہیں تو خاکہ نگار کو چاہیے کہ وہ خوبیوں کی پیش کش اس انداز سے کرے کہ ان کو پڑھتے ہوئے خوشامد یا جانبداری کا شائبہ نہ ہو۔ خامیوں کا بیان کرتے ہوئے خاص طرح کی مہارت درکار ہے۔ علاوہ ازیں بشری خامیوں کو ابھار ابھار کر نہیں گنوانا چاہیے۔ خامیوں کا ذکر واقعات کی بہتی رو میں ایسی مہارت سے کر دینا بہتر ہے کہ خامی کا ذکر بھی ہو جائے اور تنقیص بھی محسوس نہ ہو۔ ڈاکٹر بشیر سیفی لکھتے ہیں:

> ”خاکہ نگار کو کمال درجے کا ادیب ہونا چاہیے۔ ورنہ اس کا ٹھوکر کھا جانا باعثِ تعجب نہیں۔ اُردو کے بیش تر خاکہ نگار محض وضعداری اور مروت کے باعث ہی خوبیوں کے اظہار پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ عجز بیان کی وجہ سے بھی خامیوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں کیوں کہ خامیوں کے اظہار کے لیے جس ہنرمندی کی ضرورت ہوتی ہے، بالعموم وہ اس سے محروم ہوتے ہیں۔“ (۵)

اُردو ادب میں زیادہ تر خاکے ادیبوں نے اپنے ہی قریبی دوستوں پر لکھے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ادیب اپنے فکری رجحان کے باعث زیادہ تر اپنی زندگی ادبا اور شعرا کی محفلوں میں گزارتا ہے۔ یوں ادیب کے بیش تر دوست ادیب ہونا فطری امر ہے۔ دیکھا جائے تو خاکہ نگاروں نے بھی زیادہ تر خاکے اپنے ادیب دوستوں پر قلم بند کر کے حقِ دوستی ادا کیا ہے۔ ایسا کئی خاکوں میں دیکھا گیا ہے کہ خاکہ نگار نے شخصیت پر خاکہ لکھنے کے ساتھ ساتھ اس ادیب کی تخلیقات پر بھی بالتفصیل رائے قلم کر دی ہے، تاہم یہ طریقِ کار تنقیدی مقالے یا مضمون کا تو ہو سکتا ہے، خاکہ نگار کا نہیں۔ خاکے میں بحیثیت انسان کسی شاعر یا ادیب کو موضوع بنایا جاتا ہے نہ کہ اس کی ادبی تصانیف کو۔ تاہم اُن ادبی عادات و مشاغل کو ضرور زیرِ بحث لایا جاسکتا ہے جس سے اس ادیب کی شخصیت کی خصوصیات سامنے آسکیں۔

کئی خاکوں میں یہ دیکھا گیا ہے کہ خاکہ نگار کسی شخصیت کا خاکہ تحریر کرتے ہوئے درمیان میں اپنی ذات کی مداخلت کر کے خود نمائی کا عنصر نمایاں کرتا ہے تاکہ اس فرد کے ہمراہ خود خاکہ نگار کی بھی تشہیر ہو جائے۔ شعوری طور پر خاکہ نگار کا یہ اقدام خاکہ کی فنی کیفیت کے لیے کسی بھی صورت موزوں نہیں۔ خاکہ نگار کو چاہیے کہ وہ اپنی ذات کی نمائش کرنے کی بجائے ممکنہ حد تک متعلقہ شخصیت کو اُجاگر کرنے میں مہارت حاصل کرے۔ البتہ خاکہ نگار کو اتنا حق حاصل ضرور ہے کہ وہ ان واقعات میں اپنا ذکر شامل کرے جن کا وہ چشم دید گواہ ہے۔ یوں خاکہ نگار جس جس شخص کا خاکہ قلم بند کرے گا، اس کی شخصیت زیادہ چلتی پھرتی اور سانس لیتی ہوئی محسوس ہوگی۔ تاہم کسی بھی طرح خاکہ نگار کی شخصیت زیرِ بحث شخصیت پر حاوی نہیں ہونی چاہیے۔ بصورتِ دیگر خاکہ محض ایک تعارفی مضمون ہی بن کر رہ جائے گا۔ اس میں خاکے کا فطری مزاج اور ذائقہ مفقود ہو گا۔

خاکہ نگار، خاکہ لکھنے کی غرض سے جس شخصیت کو موضوع بناتا ہے وہ شخصیت لازمی طور پر کسی زمانے یا تہذیب و ثقافت میں اپنی زندگی بسر کرتی ہے۔ اُس کے عہد کی تہذیب اور رسوم و رواج اس شخص کی ظاہری اور باطنی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ یوں دیکھا جائے تو ادیب یا فرد کو سمجھنے کی خاطر اس کی تہذیب اور عہد کا مطالعہ ضروری قرار پاتا ہے۔ خاکہ نگار کو چاہیے کہ وہ موضوعِ شخصیت پر خاکہ تحریر کرتے ہوئے اس کے عہد اور تہذیبی حقائق سے انحراف نہ کرے۔ وہ اس خاص عہد میں پنپنے والے شخص کو زمانی تناظر میں بھی دیکھے تاکہ یہ دیکھا جا سکے کہ شخصیت نے کن امور میں رائج تصورات سے بغاوت کی یا اپنے زمانے کی اقدار کی ترجمانی کی ہے۔ شخصیت اور اس کے عہد کو دیکھنے کی خاطر خاکہ نگار کے یہ پیشِ نظر رہے:

> ”خاکے میں صرف شخصیت پیشِ نظر ہوتی ہے، ماحول اور معاشرہ نہیں۔ ماحول اور معاشرے کا ذکر اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب اُس کے بغیر شخصیت ادھوری محسوس ہو یا اس کی تفہیم میں دشواری پیش آرہی ہو۔“ (۶)

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

خاکہ نگار عموماً شخصیت کے ساتھ وقت گزارنے، اُسے جاننے اور سمجھنے کے بعد خاکہ تحریر کرتا ہے۔ یہاں یہ پہلو بھی مدِ نظر رہے کہ خاکہ نگار نے متعلقہ شخصیت کو جس طرح جانا اور سمجھا ہے اُسی طرح اُس کا خاکہ قلم بند کرنے کی سعی کی ہے۔ اصل شخصیت کے ہونے اور اُسے سمجھنے میں بہر حال ایک فرق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک شخصیت کے بارے میں مختلف اشخاص کی مختلف اور متضاد آرا ہوتی ہیں۔ ایسی صورتِ حال صرف اور صرف دیکھنے والے کے زاویۂ نگاہ کا نتیجہ ہے۔ خاکہ نگار بھی اپنے غیر شعوری زاویے سے شخصیت کی جانچ پرکھ کے بعد خاکہ احاطۂ تحریر میں لاتا ہے۔ اب ضرورت یہ ہے کہ خاکہ میں اصل شخصیت کو خاکہ نگار کے زاویے سے بھی دیکھا جائے اور اس کی حقیقی شخصیت کو بھی۔ ایسا کرنے سے دونوں کے فرق کو جانے سے بہتر نتیجہ نکل سکے گا۔ علاوہ ازیں خاکہ نگار کی ذہنی کیفیت سے بھی آگہی ہو گی۔ مبین مرزا کی رائے ہے:

> "پیشِ نظر شخصیت جو کچھ اور جیسی کچھ ہے اس کی وقعت اپنی جگہ مسلّم لیکن دیکھنے والا اسے دیکھ کس زاویے سے رہا ہے۔ یہ بات بھی کچھ کم اہم نہیں۔ یہ معاملہ بھی توجہ طلب ہے کہ اپنے موضوع کا مشاہدہ کرتے ہوئے خود خاکہ نگار کی ذہنی کیفیت کیا ہے۔ ہر شخص زندگی کے ہر واقعے ہر ملنے اور رابطے میں آنے والے ہر آدمی کو اپنی ذہنی کیفیت فلٹر سے گزار کر دیکھتا ہے۔" (۷)

خاکہ نگار بھی بنیادی طور پر ادیب ہوتا ہے۔ ادیب انسانی اقدار کے مثالی نمونوں کا قدر دان تصور کیا جاتا ہے۔ ہر ادیب کے نزدیک اپنی اپنی ترجیحات کے مطابق کسی نہ کسی اعلیٰ انسانی قدر کی طرف جھکاؤ ملتا ہے۔ وہ ادیب انسانی اقدار کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے انھیں اپنی موضوع شخصیت میں تلاش کرتا ہے۔ اگر اسے اپنی متعلقہ خوبیوں کی جھلک مل جائے تو بے پناہ داد و تحسین کے القابات سے نوازتا ہے۔ جب کہ صورتِ حال اس کے برعکس ہو جائے تو اس کی نظر دیگر انسانی خصائص پر مرتکز نہیں ہوتی۔ ایسی سطح پر خاکہ نگار کو چاہیے کہ وہ شخصیت کے ظاہری و باطنی اوصاف کی کھوج لگائے اور انھیں احاطۂ تحریر میں لائے نہ کہ اپنی طرف سے وضع شدہ خوبیوں یا اقدار سے متعلقہ شخصیت میں تلاش کرے۔ یحییٰ امجد لکھتے ہیں:

> "اہلِ قلم حضرات سے اس بات کی توقع بھی ہوتی ہے کہ وہ اس کمزوری سے بالاتر ہو کر شخصیت کا اصل چہرہ بے نقاب کریں اور اس کی ان خوبیوں اور برائیوں کو ظاہر کریں جو اُن میں موجود ہیں۔ اور اتنی شدت یا نرمی سے جس شدت یا نرمی سے وہ اس کی ذات میں پائی جاتی ہیں۔" (۸)

بنیادی طور پر ادب امکانات کی دنیا ہے اور اِس میں معروضی انداز نہیں ہوتا۔ یہ معاشرتی حقائق کے ساتھ ساتھ انسان کی اس تخلیقی اور اساطیری فضا کو بھی غذا مہیا کرتا ہے جو مادی دنیا میں خاصی مدھم پڑتی جا رہی ہے۔ ادب عصری حقائق کے ہم راہ امکانات کے بل بوتے پر اپنی الگ ادبی حقیقت بھی تشکیل دیتا ہے۔ ادب میں محبوب کا دنیا سے حسین تر ہونا، حسنِ تعلیل یا مبالغہ وغیرہ ادبی حقائق کی مثالیں ہیں۔ ادب بذاتِ خود ایسی حقیقت ہے جسے سمجھنے کے لیے ادبی روایت اور وسائل سے حد درجہ آگہی حاصل کرنا لازم ہے۔ ادب کی کوئی بھی تفہیم ادبی حقیقتوں سے انحراف کر کے درست نہیں ہو سکتی۔ یہ ادبی حقیقتیں ادب کے مجموعی مزاج کے علاوہ اصناف کی اپنی حدود و قیود کے لحاظ سے بھی ہوتی ہے۔ داستان میں جس طرح اساطیری فضا اور مافوق الفطرت عناصر کی کار فرمائی پائی جاتی ہے ویسی ناول اور افسانے میں روا نہیں۔ خاکہ ایسی غیر افسانوی صنف ہے جس میں ادبی زبان و دیگر وسائل کو بروئے کار لایا جا سکتا ہے لیکن یہاں جس شخصیت کا خاکہ لکھا جا رہا ہو اس کی خوبیوں یا خامیوں کے بیان میں ذرہ برابر بھی مبالغہ آرائی سے کام نہیں لیا جا سکتا۔ ایسی صورت میں نقصان یہ ہے کہ قاری تک شخصیت کا تاثر اس طرح کسی صورت بھی نہ پہنچ پاتا جس طرح کی وہ شخصیت ہے۔ یوں خاکہ لکھنے کا حقیقی مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔

خاکہ نگاری کے فن پر بات کرنے والے ناقدین میں اِس پہلو پر بھی خاصی بحث ہوئی ہے کہ آیا کسی خیالی شخصیت پر خاکہ لکھا جا سکتا ہے یا نہیں۔ مزید کیا خاکہ نگار نے جس شخصیت کو بالکل ہی دیکھا نہ ہو تو کیا اُسے اُس شخص کا خاکہ لکھنا چاہیے یا نہیں؟۔ پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ خاکہ نگار اپنی ذہنی استعداد کے مطابق کسی بھی خیالی شخصیت پر خاکہ قلم بند کر سکتا ہے لیکن وہ خاکہ اتنی فنی مہارت سے تحریر کیا جائے کہ کسی بھی قاری کو یہ شائبہ نہ گزرے کہ متعلقہ خاکے میں موجود کردار حقیقی معلوم نہیں ہوتے۔ خیالی خاکہ کم درجے کے خاکہ نگار کے بس کی بات نہیں۔ دوسرے سوال کا جواب ایسے دیا جا سکتا ہے کہ خاکہ نگار نے جس شخصیت کو دیکھا نہ ہو اِس کے لیے خاکہ لکھتے ہوئے کئی طرح کی مشکلیں آڑے آتی ہیں۔ ایسے خاکہ نگار کو چاہیے کہ وہ موضوع شخصیت پر اس کی زندگی میں لکھے گئے خاکوں کا مطالعہ کرے۔ اس کے قریبی عزیز و اقارب سے مل کر شخصیت کے بارے میں استفسارات کرے۔ اس فرد کی

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

تحریروں کا بخوبی مطالعہ کرے۔ اس شخصیت سے متعلقہ تمام معلومات کو ذہن و دل کا حصہ بنالے اور بہت غور و غوص کے بعد خاکہ تحریر میں لائے۔ شدید محنت کے بغیر ایسی صورتِ حال میں کامیاب خاکہ لکھنا آسان نہیں۔ سعادت حسن منٹو نے قائد اعظم کو دیکھے اور ملے بغیر اُن کا کامیاب خاکہ تحریر کیا ہے جو کہ یقیناً خاصی کدو کاوش کے بغیر ممکن نہیں تھا۔

خاکہ نگار جس شخص کا خاکہ لکھنے کی خواہش رکھتا ہے اُسے اُس شخصیت کا نفسیاتی جائزہ لینے کی صلاحیت ہونی چاہیے۔ انسانی نفسیات سے آگہی انسان کے افعال، حرکات و سکنات کی توجیہات فراہم کرنے میں معاون ہے۔ ایسی سطح پر خاکہ نگار شخصیت کے پیچیدہ اور مبہم گوشوں کو بھی سلجھا کر آشکار کر سکتا ہے۔ اگر خاکہ نگار انسانی نفسیات کا فطری جوہر استعمال میں لانے کے علاوہ علمِ نفسیات کی حدود و دائرہ کار اہم نفسیاتی ماہرین فرائیڈ، ایڈلر اور یونگ کے نظریات کا بھی بخوبی مطالعہ کر لے تو کوئی حرج نہیں۔ علمِ نفسیات کا مطالعہ کرنے سے خاکہ نگار میں انسانی رویوں کو بہتر انداز میں سمجھنے میں خاصی مدد ملتی ہے۔ وہ شخصیت کی خوبیوں اور خامیوں کو علمی اصطلاحات کی مدد سے بھی بیان کرنے میں آسانی محسوس کرے گا۔ خاکہ نگار جب گہرے مشاہدے کے بعد کسی بھی فرد کا خاکہ لکھتے ہوئے اس کی خامیوں اور خوبیوں کو تحریر کرتا ہے، تو خود بھی اُن خامیوں اور خوبیوں سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ویسے یہ بھی خاکہ نگار کے متاثر ہونے کی ایک صورت ہی ہے کہ اس نے متعلقہ شخصیت کی خوبیوں اور خامیوں کو موضوع بناتے ہوئے تحریر کیا۔ خاکہ نگار، خاکہ نگاری کے دوران اشخاص کے مطالعات سے کئی طریقوں سے سیکھتا ہے۔ وہ دوسروں کے ساتھ پیش آنے والے تجربات کی روشنی میں اپنا محاسبہ کر کے خود کو بھی غیر راست طریقے سے بہتر بنانے کی کوشش کر رہا ہوتا ہے۔ یہی معاملہ ادب کی ہر صنف کی طرح خاکہ نگاری کا بھی ہے۔ قاری کو ادب، خاکوں کا مطالعہ براہِ راست تو بہتر بننے کی تبلیغ نہیں کر رہا ہوتا لیکن ادب کا مسلسل مطالعہ ذات کا حصہ ہونے کے ساتھ ساتھ قاری کو معلوم ہوئے بغیر ایک خاص عرصہ گزارنے کے بعد اندرونی طور پر خاصا تبدیل کر دیتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں خاکہ نگاری قاری کا محاسبہ کرنے اور کرداری حوالے سے اُسے مضبوط بنانے میں معاون کا کردار ادا کرتی ہے۔

جس طرح ایک انسان خود اپنے بارے میں جانتا ہے کوئی دوسرا فرد نہیں جان سکتا۔ یہ مفروضہ سامنے رکھتے ہوئے کیا یہ جواز پیش کیا جا سکتا ہے کہ ایک خاکہ نگار جس طرح خود اپنا خاکہ تحریر کر سکتا ہے ویسا دوسرے خاکہ نگار کے بس میں نہیں۔ ایسی حالت میں کامیاب خاکہ بھی لکھا جا سکتا ہے اور نہیں بھی۔ وجہ یہ ہے کہ خاکہ نگار کبھی انکساری کے باعث کھلے الفاظ میں اپنی خوبیاں درج نہیں کرتا اور بعض اوقات خاندانی، معاشرتی اور عصری دباؤ کے باعث اپنی خامیوں کا بھی واشگاف اظہار نہیں کر پاتا۔ دوسری صورت میں وہ دونوں طرح کی رکاوٹوں سے بے نیاز ہو کر کامیاب خاکہ بھی لکھ سکتا ہے۔ محمد حسین جامی کی رائے ہے:

> ”عام طور پر ذاتی خاکے میں خاکہ نگار کو اپنی صورت، سیرت اور زندگی سے متعلق اہم واقعات کو بخوبی پیش کرنے کی گنجائش تو ہوتی ہے لیکن ساتھ ہی اس میں یہ خدشہ بھی لاحق ہے کہ کوئی بھی انسان صحیح طور سے اپنا محاسبہ تو کر سکتا ہے لیکن اس کو عام کرنے سے جھجکتا ہے۔ اس طرح وہ خاکے کے فن سے پوری طرح انصاف نہیں کر پاتا۔ اس کے باوجود اُردو ادب میں اس کی مثالیں مل جاتی ہیں۔ اُردو کے خود نوشتہ خاکوں میں محمد طفیل کا تذکرہ ”نقوش“ اور فکر تونسوی کا ”بقلم خود“ وغیرہ قابلِ تعریف ہیں۔“(۹)

یہ درست ہے کہ اُردو کے بیش تر خاکہ نگاروں نے اپنے احباب یا فنونِ لطیفہ سے تعلق رکھنے والے اشخاص پر خاکے لکھے ہیں۔ خاکوں میں ان شخصیات کے وہ مشاغل، خوبیاں اور خامیاں بھی درج ہیں جو ان پر لکھی جانے والی دیگر تحاریر میں نہیں ملتیں۔ خاکوں میں فرد مجلسی زندگی سے باہر ویسا ہی سانس لیتا محسوس ہوتا ہے جیسا کہ وہ اصل میں ہے۔

ادبا پر لکھے گئے خاکوں کا ایک مجموعی اختصاص یہ بھی ہے کہ ان خاکوں کی مدد سے اس عہد کی ادبی تاریخ بھی محفوظ ہوتی رہتی ہے۔ ادبا کے باہمی تعلق، چپقلش یا مخالفت اور ادبی گروہ بندوں کا بھی علم ہوتا ہے۔ قرأت کرنے والے کو یہ بھی پتا چلتا ہے کہ وہ جس عہد کے خاکے پڑھ رہا ہے۔ اس دَور میں کون سے رسائل اہم تھے۔ کون سے ادبا نے کن کن محافل میں شرکت کی۔ انھوں نے عصری ادب پر کیا اظہارِ خیال کیا۔ کون سی کتاب کس سال زیور

اشاعت سے آراستہ ہوئی۔ کون سے ادیب نے عمر کا کون سا حصّہ کب اور کہاں گزارا۔ کون سا مصنف کس سال کس ذہنی کیفیت سے دوچار تھا۔ غرض یہ کہ خاکوں کا مطالعہ ایک پوری عہد کے ادبی منظر نامے سے روشناس کروانے میں اوّلین ماخذ کی حیثیت رکھتا ہے۔

خاکہ نگاری کا اہم جزو حلیہ نگاری ہے۔ حلیہ نگاری کے وسیلے سے خاکہ نگار کسی بھی فرد کے ظاہری خدوخال کو ماہرانہ طریقے سے تحریری صورت میں ایسے پیش کرتا ہے کہ متعلقہ شخصیت کی ظاہری شکل سامنے آجاتی ہے۔ لفظی شکل سے قاری بھی اندازے کے مطابق شخصیت کو سمجھ کر کوئی رائے قائم کرنے میں آسانی محسوس کرتا ہے۔ واضح حلیے کی مدد سے شخصیت کے دیگر ایسے اعمال کا بھی بخوبی علم ہو جاتا ہے جو کسی نہ کسی سطح پر حلیے سے جڑے ہوتے ہیں۔ اُردو میں بیش تر خاکہ نگاروں نے حلیہ نگاری کی مدد سے کئی شخصیات کے جسمانی خدوخال کے دل کش تحریری مرقعے پیش کیے ہیں۔ ایسے مرقعوں کی مدد سے شخصیت کو جاننے اور سمجھنے میں خاصی مدد ملتی ہے۔ تاہم میراجی کے حوالے سے یہ ضرور ہوا ہے کہ منٹو نے ان کا جو حلیہ اپنے خاکے میں پیش کیا ہے، اس وجہ سے میراجی کی باطنی سیرت اور ادبی کام پر اس مخصوص حلیے کی چھاپ پڑ گئی ہے۔ بعد میں آنے والے کئی ناقدین نے میراجی کی شاعری کی تفہیم اسی مخصوص حلیے کے تناظر میں کی ہے۔ میراجی کی شاعری کو سمجھنے میں حلیے کو مدِ نظر رکھنے سے میراجی کی شاعری کا اصل جوہر نظروں سے اوجھل ہو گیا ہے۔

اُردو کے اوّلین خاکے شگفتہ اسلوب میں لکھے گئے جس کی وجہ سے خاکہ نگاروں میں یہ تاثر پایا جانے لگا کہ خاکے کا اسلوب مزاح پر مبنی ہونا چاہیے۔ خاکہ کے لیے مزاح کو لازمی شرط قرار دینا خاکہ نگار پر ایک غیر ضروری پابندی عائد کرنے کے برابر ہے۔ خاکہ صرف مزاحیہ مضمون نہیں کہ جس میں مزاح ہو۔ خاکہ شخصیات کا ایسا مطالعہ ہے جس سے شخصیات اپنے حقیقی روپ میں ظاہر ہوں۔ دوسری بات یہ کہ مزاح کا تعلق اسلوب سے ہے اور اسلوب ہر ادیب کا ذاتی ہوتا ہے۔ کسی کا اسلوب سنجیدہ ہوتا ہے کسی کا شگفتہ اور مزاحیہ۔ ویسے بھی کسی ایسی شخصیت کا خاکہ مزاحیہ اسلوب میں کیسے قلم بند کیا جاسکتا ہے جو اپنی حقیقی زندگی میں بہت سنجیدہ ہو۔ ہاں کسی مزاحیہ شخصیت کا خاکہ ظرافت بھرے اسلوب میں لکھنا کوئی عیب نہیں۔ محمد حسین جامی لکھتے ہیں:

> "خاکوں میں شخصیت کی مناسبت سے موزوں لب و لہجہ کا استعمال ضروری ہوتا ہے۔ یعنی شخصیت کے بیان میں بھی ویسا ہی اسلوب اختیار کرنا چاہیے۔ اِس طرح کئی انسان ایسے ہوتے ہیں جو سنجیدگی کے قائل ہوتے ہیں۔ ایسے انسانوں کی پیش کش میں لب و لہجہ بھی سنجیدہ ہونا لازمی ہے۔ خاکہ نگار کا کمال اس میں پوشیدہ ہے کہ شخصیت کے مختلف انداز، عادات و اطوار کو اسی کے مطابق پیش کرے۔"
>
> (۱۰)

خاکہ نگاری کے ناقدین میں ڈاکٹر بشیر سیفی نے خاکہ کے لیے مزاحیہ اسلوب کی شمولیت کو لازمی قرار نہیں دیا جب کہ محمد حسین جامی کا یہ کہنا ہے کہ خاکہ نگاری میں مزاحیہ اسلوب اپنانا اور کڑوی بات کو مزاح کے پیکر میں پیش کرنا دِدرجہ مشکل کام ہے۔ اُن کے مطابق مزاح کی مدد سے خاکہ میں دل چسپی بھی بحال رکھی جاسکتی ہے۔ اُن کے مطابق:

"مزاحیہ انداز کے استعمال سے جہاں قاری کی دلچسپی اس مخصوص شخصیت کے متعلق بڑھتی ہے وہیں خاکہ نگار کو کئی خصلتوں کو بخوبی پیش کرنے میں بھی مدد ملتی ہے۔" (۱۱)

کسی بھی خاکہ نگار کو خاکہ تحریر کرنے سے قبل موضوع شخصیت کے متعلق ٹھوس مواد کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ مواد تعلق، میل ملاقات کے علاوہ شخصیت کی ذاتی معلومات، نجی خطوط، شاعری، اقوال اور دیگر ماخذات پر مبنی ہو سکتا ہے۔ خاکہ نگار خطوط کے مطالعے سے کسی بھی شخصیت کے نجی پہلوؤں سے بخوبی آگاہ ہو سکتا ہے۔ اسے خطوط کی مدد سے ایسی معلومات بھی حاصل ہو سکتی ہیں جو محفل یا دیگر تصانیف میں ظاہر نہ ہوئی ہوں خطوط کی مدد سے وہ شخصیت کے حقیقی روپ تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ شاعری اور دیگر تصانیف کا وہ خاکے میں تنقیدی مطالعہ پیش نہیں کر سکتا بلکہ وہ ان تصانیف کے مطالعے سے شخصیت کی فہم حاصل کرنے میں مدد حاصل کرتا ہے۔ محاضرات کی قرأت سے وہ عہد بہ عہد آنے والی تبدیلیوں کی روشنی میں شخصیت کے ارتقا کو ملحوظِ خاطر رکھتا ہے۔ یوں یہ سارا مواد خاکہ نگاری کے متن کو مستند بنانے میں معاون کا کردار ادا کرتا ہے۔

ابتدا میں خاکہ نگاری کے اجزائے ترکیبی وضع نہیں تھے۔ شروع میں ان ادبا نے خاکہ نگاری شروع کی جو پہلے ہی کسی دوسری صنف نثر میں اپنا اختصاص رکھتے تھے۔ ایسے مصنفوں نے خاکہ کو صرف اور صرف کسی شخصیت سے قریبی تعلق یا کسی کی وفات پر اظہارِ افسوس کرنے کی غرض سے اپنایا۔

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

یوں آغاز سے سوانحی نوعیت کے خاکوں کی تعداد خاصی بڑھ گئی لیکن خاکہ نگاری کے اجزائے ترکیبی اور فن پر کوئی زیادہ توجہ نہ دی گئی۔ یہاں یہ تحریر کرنے میں کوئی عار نہیں کہ بیسویں صدی کے تیسرے عشرے میں شروع ہونے والی خاکہ نگاری قیامِ پاکستان تک اپنے خدوخال ہی وضع نہ کر پائی۔ بعد ازاں ناقدین نے خاکوں کے مطالعات سے جو اجزائے ترکیبی اخذ کر کے انھیں خاکہ کے لیے لازم قرار دیا ان میں اختصار، کردار نگاری، وحدتِ تاثر، واقعہ نگاری، زبان وبیان اور منظر کشی شامل ہیں۔ ذیل میں اِن کی وضاحت کی جاتی ہے۔

اختصار خاکے کا بنیادی وصف ہے۔ اختصار سے مراد موضوع شخصیت سے متعلقہ کئی واقعات میں سے چند ایسے واقعات کا انتخاب کرنا ہے جس کو تحریر کرنے سے پوری شخصیت نمایاں ہو سکے۔ خاکہ میں غیر اہم واقعات اور مسائل میں الجھنے سے خاکہ نگار اور قاری دونوں کی توجہ اصل باتوں پر مرتکز نہیں ہو پاتی۔ دوسرے لفظوں میں جو تاثر ایک پڑھنے والے پر مختصر خاکہ کا ہوتا ہے وہ کسی طویل خاکے سے نہیں ہو سکتا۔

خاکے کا وحدتِ تاثر افسانے یا ڈرامے کی طرح نہیں ہوتا۔ خاکے کا پلاٹ کردار کے زیرِ اثر ہوتا ہے۔ خاکہ نگار خاکے کی ابتدا، وسط اور انجام اس انداز سے ترتیب دیتا ہے کہ پڑھنے والے کی ساری توجہ زیرِ بحث شخصیت پر مرتکز رہتی ہے۔ وہ ابتدا ہی سے شخصیت کا تعارف، وسط یا اختتام اس سلیقے سے تشکیل دیتا ہے کہ قاری رفتہ رفتہ پوری شخصیت سے آگاہ ہو جاتا ہے۔ یہی وحدتِ تاثر ہے۔ وحدتِ تاثر کی کامیابی کے لیے یہ شرط ضروری ہے کہ خاکہ نگار فنی مہارت سے واقعات کو ترتیب دے اور ان واقعات کے دوران کہیں بھی کوئی خلا نہ آنے دے۔ کردار نگاری کے بغیر خاکے کا جواز ہی پیش نہیں کیا جا سکتا۔ کامیاب کردار نگاری خاکے کی روح ہوتی ہے۔ خاکہ نگار کو چاہیے کہ وہ خاکہ میں موضوع شخصیت کے جذبات واحساسات اور ذہنی رویوں کی درست ترجمانی کرے۔ موضوع شخصیت کا نفسیاتی مطالعہ کر کے اس کے افعال، حرکات وسکنات کی نفسیاتی توجیہات فراہم کرے۔ سیرت کے ساتھ حلیہ نگاری پر بھی توجہ دے تاکہ جن قارئین نے موضوع شخصیت کو نہیں دیکھا وہ بھی جان سکیں۔ کامیاب کردار نگاری کی مدد سے ہی خاکہ اپنے قاری کے ذہن ودل پر نقش ہو جانے کی پوری طاقت رکھتا ہے۔ اِس ضمن میں ڈاکٹر صلاح الدین کی رائے ہے:

> ”خاکہ کے جملہ عناصرِ ترکیبی میں کردار نگاری کو بھی خاص اہمیت حاصل ہے۔ یہ ایک ایسا بنیادی جز ہوتا ہے کہ اس کے بغیر خاکہ کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا ہے۔ کردار نگاری کے ضمن میں مذکورہ شخصیت کے خدوخال، حرکات وسکنات، لباس، نفسیاتی اور ذہنی کیفیات وتغیرات سب کچھ پیش کیا جاتا ہے۔“
>
> (۱۲)

خاکہ نگاری میں واقعات کردار کے ذریعے پیش کیے جاتے ہیں۔ خاکہ نگار کو واقعات کی صحت، ترتیب اور انتخاب کے عمل میں نہایت محتاط رہنا چاہیے، خاکہ نگار کو صرف اہم واقعات کو ہی ترجیح نہیں دینی چاہیے بلکہ یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ شخصیت کو بہتر انداز سے سمجھنے میں کون سا واقعہ اہم ہے اور کونسا غیر اہم۔ بعض اوقات غیر اہم واقعہ بھی شخصیت شناسی میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ خاکہ نگار خاکے میں پیش کیے گئے واقعات میں ربط وتسلسل کو رکھ کر بھی خاکے کا حسن فزوں تر کر سکتا ہے۔

خاکہ نگار خاکے میں منظر کشی کی مدد سے بھی شخصیت کے ماحول رہن سہن اور دیگر محافل کا عمدہ نقشہ کھینچ کر خاکے کو کامیاب بناتا ہے۔ منظر کشی کی مدد سے خاکہ نگار کئی صداقتوں کو مصورانہ انداز میں ظاہر کرنے کا ہنر استعمال کرتا ہے۔ منظر سے جہاں خاکے میں دل چسپی کا عنصر رہتا ہے، وہیں شخصیت بھی مزید صاف اور منفرد دکھائی دیتی ہے۔

زبان وبیان خاکے کا اہم جزوِ ترکیبی ہے۔ خاکے کے لیے رواں اور شگفتہ زباں کار آمد ہے۔ خاکہ نگار اگر موضوع شخصیت کے مطابق اسلوب اختیار کرے گا تو یہ بھی سود مند ہے۔ اگر خاکہ نگار کی موضوعِ شخصیت سنجیدہ ہے تو اس صورت میں مزاحیہ اسلوب اختیار کرنا نامناسب ہے۔ اِس کے بجائے خاکہ نگار ادبی، صاف ستھرا رواں زبان استعمال کرے تو یہ خاکہ اور موضوع شخصیت کو سمجھنے میں بہتر رہے گا۔ تاہم ضرورت اس امر کی ہے کہ یہ زبان ادبی ہو اور اس میں کہیں بھی بناوٹ کا شائبہ تک نہ ہو۔ محمد حسین جامی لکھتے ہیں:

> ”خاکہ نگار کو اپنے بیان میں زور پیدا کرنے کے لیے موزوں الفاظ، حسین تشبیہات، دل کش استعارات اور دوسری صنعتوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ کیوں کہ اس کے بغیر حقیقی شخصیت تو ابھر کر سامنے آجائے گی لیکن اس میں ادبی چاشنی پیدا نہیں ہو گی۔ اس کے علاوہ خاکہ میں یہ ضروری ہے کہ

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

لکھنے کا انداز اور اسلوب ایسا ہو کہ پڑھنے والے کو اپنی جانب متوجہ کرے اور قاری کی توجہ ایک راہ پر گامزن ہو جائے تو وہ اُسے اس راہ سے بھٹکنے نہیں دے۔" (۱۳)

ابتدا سے اب تک جہاں دیگر اصناف نظم و نثر میں تجربات کی وجہ سے خاصا تنوع پیدا ہوا ہے وہیں خاکہ نگاری نے بھی کئی طریقوں سے اپنے منفرد ذائقے متعارف کروائے ہیں۔ اردو خاکہ نویسی میں اہم سے اہم اور عام سے عام شخصیت کا خاکہ پیش کرنے کے علاوہ تخیلاتی شخصیات پر بھی جان دار خاکے قلم بند کیے گئے ہیں۔ خاکوں کی موضوع شخصیات اور فنی طریق کار کے لحاظ سے ناقدین نے خاکے کی فہم کو آسان بنانے کی غرض سے اس کی کئی اقسام ترتیب دی ہیں۔ یہ اقسام افسانے کی تعبیر و تفہیم میں آسانی پیدا کرتی ہیں نیز ان کے مطالعے سے خاکے کی تنقید بھی ثروت مند ہو رہی ہے۔

ناقدین نے خاکے کو بنیادی نوعیت کے لحاظ سے تین حصوں: ادبی خاکے، غیر ادبی خاکے اور عوامی خاکے میں منقسم کیا ہے۔ ادبی خاکوں سے مراد ادبا کی شخصیات پر لکھے گئے خاکے ہیں اور اس میں زیادہ تر خاکے ادیبوں پر لکھے گئے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ خاکہ نگار بھی ادیب ہوتے ہیں اور ان کے قریبی احباب میں بھی اہلِ قلم حضرات شامل ہوں تو یقینی بات ہے کہ ادبا نے دیگر ادیبوں پر ہی خاکے قلم بند کرنے ہیں۔ غیر ادبی خاکوں سے مراد ان عظیم شخصیات کے خاکے ہیں جن کا تعلق ادب کے علاوہ دیگر کسی شعبۂ زندگی سے ہو مثلاً سیاست، صحافت، تدریس اور طب وغیرہ۔ آخری قسم عوامی خاکوں کی ہے یہ خاکے عام انسانوں کی زندگی کا احاطہ کرتے ہیں۔ عوامی خاکہ کو کوئی بھی خاکہ نگار کسی بھی عام طبقے کے فرد سے متاثر ہو کر احاطۂ تحریر میں لا سکتا ہے۔

خاکے کے مقاصد، ہیئت، تکنیک اور مواد کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ڈاکٹر صابرہ سعید نے خاکے کی گیارہ اقسام: تعارفی خاکے، سرسری خاکے، تاثراتی خاکے، مدحیہ اور توصیفی خاکے، بیانیہ اور سنجیدہ خاکے، کرداری خاکے، سوانحی خاکے، معلوماتی خاکے، اجتماعی خاکے، مزاحیہ خاکے، طنزیہ خاکے گنوائی ہیں۔ تعارفی خاکے ان عظیم شخصیات کی نجی زندگی کی معلومات فراہم کرتے ہیں جنھوں نے کسی شعبۂ زندگی میں نمایاں مقام و مرتبہ حاصل کیا ہو۔ تعارفی خاکے بہت مختصر ہوتے ہیں۔ تعارفی خاکوں کی مثالیں رئیس احمد جعفری کا "دید و شنید" اور شوکت تھانوی کے خاکوں کا مجموعہ "شیش محل" ہے۔ سرسری خاکوں میں صرف موضوع شخصیت کے ظاہری خدوخال (حلیہ) ابھارے جاتے ہیں۔ سرسری خاکوں میں سیرت نگاری نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے۔ سرسری خاکوں کی مثال شورش کشمیری کے "چہرے" اور شوکت تھانوی کے خاکوں کا مجموعہ "لکھنؤ کی چند ادبی شخصیتیں" ہیں۔ تاثراتی خاکوں میں بالعموم ایسے خاکے شامل ہیں جن میں خاکہ نگار کا موضوع شخصیت کے حوالے سے مشاہداتی تاثر پایا جاتا ہے۔ تاثراتی خاکوں میں انشائیہ سارنگ بھی شامل ہوتا ہے۔ اُردو میں زیادہ تر تاثراتی خاکے رشید احمد صدیقی اور شاہد احمد دہلوی نے تحریر کیے ہیں۔ مدحیہ اور توصیفی خاکے میں خاکہ نگار ذاتی جذبے کی بنیاد پر عقیدت اور خلوص کے ساتھ کسی شخصیت کا خاکہ تحریر کرتا ہے۔ مدحیہ خاکوں میں خاکہ نگار ایسے واقعات شامل کرتا ہے جن پر قاری کو پڑھتے ساتھ ہی یقین آ جائے۔ مدحیہ خاکے کی مثال رشید احمد صدیقی کا خاکہ "ڈاکٹر صاحب" ہے۔ بیانیہ اور سنجیدہ خاکے میں موضوعِ شخصیت کے تمام خدوخال خاکہ نگار کے جذبات اور احساسات کے ساتھ اُبھر کر سامنے آتے ہیں۔ بیانیہ اور سنجیدہ خاکہ کی مثال مولوی عبدالحق کا خاکہ "نام دیو مالی" ہے۔ کرداری خاکوں میں خاکہ نگار موضوع شخصیت کو واضح اور متحرک شخصیت میں پیش کرتا ہے۔ عصمت چغتائی کا اپنے بھائی عظیم بیگ چغتائی پر لکھا گیا خاکہ "دوزخی" کرداری خاکے کی اہم مثال ہے۔ سوانحی خاکے میں خاکہ نگار موضوعِ شخصیت کی سوانح پر توجہ دے کر زندگی کے حالات و واقعات بالترتیب بیان کرنے کی سعی کرتا ہے۔ شخصیت کی سیرت و کردار کے حوالے سے بھی اہم واقعات قلم بند کیے جاتے ہیں۔ سوانحی خاکہ کی بہترین مثال عبدالماجد دریا آبادی کا خاکہ "محمد علی" ہے۔ معلوماتی خاکوں میں خاکہ نگار کسی بھی شخصیت کے ان اوصاف کو سامنے لاتا ہے جو پہلے کہیں مذکور نہ ہوئے ہوں۔ معلوماتی خاکے کی ایک مثال قاضی عبدالغفار کا خاکہ "اجمل خان" ہے۔ اجتماعی خاکوں میں کئی شخصیات سے بیک وقت متعارف کروایا جاتا ہے۔ یہ خاکہ نگار کا وصف ہے کہ وہ فنی مہارت سے بالترتیب شخصیات سے شناخت بخشنے کے علاوہ خاکہ کا فن بھی مسخ نہ ہونے دے۔ اجتماعی خاکوں میں سلمیٰ صدیقی کا "نقاب اور چہرے" اور شوکت تھانوی کا "بعیدِ طلب" شامل ہیں۔ مزاحیہ خاکوں میں خاکہ نگار کسی بھی شخصیت کے مضحکہ پہلوؤں کو شگفتہ انداز میں بیان کر کے قاری کے لیے لطف کا سامان فراہم کرتا ہے۔ قدرتی مزاح نگاری کے توسط سے کامیاب خاکہ قلم بند کرنا آسان بات نہیں۔ فکر تونسوی کی کتاب "خدوخال" اور رشید احمد صدیقی کے خاکوں کے مجموعے "خنداں" میں خاصے مزاحیہ خاکے موجود ہیں۔ طنزیہ خاکوں میں خاکہ نگار شخصیت کے ان پہلوؤں کو احاطۂ تحریر میں لاتا ہے جن کی قرأت سے طنز ظاہر ہو۔ رشید احمد صدیقی کا خاکہ "پوسٹ مارٹم" طنزیہ خاکے کی مثال ہے۔

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

اُردو ادب کے خاکوں کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ اُردو میں خاکہ نگاری کو فروغ دینے میں ان تخلیق کاروں کا خاصا ہاتھ ہے جو افسانہ، سوانح عمری اور انشائیہ میں خاصی مہارت رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ابتدا ہی سے خاکوں میں افسانے، انشائیے اور سوانح عمری کے عناصر بھی شامل ہو گئے۔ ایسے خاکوں میں اُردو کی متعدد نثری اصناف کی بازگشت محسوس ہونے لگے۔ تاہم یہ بھی سچ ہے کہ خاکہ نگاری نے دیگر نثری اصناف سے ابتدائی غذا حاصل کرنے کے علاوہ اب اپنا انفرادی تشخص بھی واضح کرنا شروع کر دیا ہے۔ ویسے بھی کوئی بھی صنف کسی دوسرے ادب یا علوم سے استفادہ کیے بغیر موزوں انداز میں پنپ ہی نہیں سکتی۔

حوالہ جات

۱۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، اُردو ادب کی مختصر ترین تاریخ، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص:۲۲۹

۲۔ بشیر سیفی، ڈاکٹر، خاکہ نگاری (فن و تنقید)، نذیر سنز پبلشرز، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص:۱۷

۳۔ محمد حسین جامی، اُردو خاکہ نگاری، دارالشعور پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۴ء، ص:۱

۴۔ یحیٰی امجد، "اُردو میں خاکہ نگاری"، مشمولہ: اُردو نثر کا فنی ارتقا، مرتب: ڈاکٹر فرمان فتح پوری، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء، ص:۳۷۱

۵۔ بشیر سیفی، ڈاکٹر، خاکہ نگاری (فن و تنقید)، ص:۱۴

۶۔ ایضاً، ص:۱۹

۷۔ مبین مرزا (مرتب)، اُردو کے بہترین شخصی خاکے (جلد اوّل)، الحمرا، اسلام آباد، ۲۰۰۲ء، ص:۱۲

۸۔ یحیٰی امجد، "اُردو میں خاکہ نگاری"، مشمولہ: اُردو نثر کا فنی ارتقا، ص:۳۷۰

۹۔ ایضاً، ص:۳۲

۱۰ بشیر سیفی، ڈاکٹر، خاکہ نگاری (فن و تنقید)، ص:۱۵

۱۱۔ ایضاً، ص:۱۴۷

۱۲۔ صلاح الدین (مرتب)، دلّی والے، اُردو اکادمی، دہلی، ۱۹۸۴ء، ص:۲۵

۱۳۔ محمد حسین جامی، اُردو خاکہ نگاری، ص:۱۲